R. No. 213057 Regd. No. 932

انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون - ۲۹
قیمت تین روپے سالانہ
فی پرچہ ... نئے پیسے

تاریخ اشاعت
۲۲-۱۵-۸-۱

جلد ۲۲ - شمارہ ۳۰	ایڈیٹر - آل احمد سرور	۸ اگست ۱۹۶۳ء

اداریہ

چوٹی کی بات

ہم نے کچھ عرصہ ہوا صدر ہندوستانی اکیڈمی یو پی کو توجہ دلائی تھی کہ وہ اکیڈمی کی روایت اور تاریخ کا احترام کرتے ہوئے اُردو میں کام پر بھی زور دیں۔ اُنہوں نے اس مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار تین قسطوں میں اخبار کے ذریعے سے کیا ہے۔ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ توجہ طلب ہے اور اس پر سنجیدگی سے غور ہونا چاہیئے مگر ان کے مضامین کا لب لباب یہ ہے کہ ایک زمانے میں خاص حالات کی وجہ سے اُردو کو ایک ممتاز جگہ حاصل تھی، موجودہ حالات میں اب یہ ممتاز جگہ ہندی کو مل گئی ہے اس کے معنی اُن کے نزدیک یہ ہیں کہ اب اُردو کے لیئے کوئی جگہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ ایک کلاسیکل زبان بن جائے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُنہوں نے مسئلے پر باوجود نیک نیتی کے اچھی طرح غور نہیں کیا۔ آج یہ کوئی نہیں کہتا کہ ہندی کو سب سے ممتاز جگہ کیوں دی جا رہی ہے ہندی ہر طرح اس کی مستحق ہے۔ اُتر پردیش تک ہی اگر بات محدود رہے تو اچھا ہے۔ اُتر پردیش کی بہت بڑی اکثریت ہندی کو اپنی زبان سمجھتی ہے اور اگر وہ ہندی کی ترقی کے لیے کوشش کرتی ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ اس لیئے ہندی کی ترقی کے مسئلے کو اس بحث میں لانے کی ضرورت نہیں سوال یہ ہے کہ اُتر پردیش کی حکومت، اُس کے علمی اداروں اور اُس کے عوام کو اُردو کے لیئے بھی کچھ کرنا چاہیئے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ بھی کہنے لگیں کہ اگر ہندی کی ترقی کے لیے کوشش ہو رہی ہے تو یہ بہت کافی ہے۔ اب اور کسی چیز پر توجہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ اُتر پردیش صرف ہندی کی خدمت کر کے ترقی نہیں کر سکتا۔ وہ ہندی پر زیادہ توجہ ضرور صرف کرے اور اُسے ایسا کرنا چاہیئے، مگر وہ اُردو سے بے نیاز ہو کر اپنا نقصان کرے گا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اوّل تو اُتر پردیش کا سارا کام ایک زمانے میں اُردو میں ہوتا تھا اور اُس کی تاریخ، اُس کے مزاج، اُس کے انتظام، اُس کی تہذیب، اس کے علوم، اُس کے فنون سے واقفیت کے لیئے اُردو سے واقفیت ضروری ہے، دوسرے آج بھی اُس کی آبادی کا ایک خاصا اہم حصہ، جسے کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اُردو بولتا اور لکھتا ہے۔ اُس کے ذہن، اُس کی نفسیات، اُس کی شخصیت، سیرت کی اُردو کے ذریعے تعبیر ہوتی ہے، اس کے دل و دماغ تک رسائی اسی ادب کے ذریعے سے ممکن ہے اور اس کی پوری صلاحیت صرف اسی کے ذریعے سے بروئے کار آ سکتی ہے، تیسرے ہماری جمہوریت کا اصول یہ ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ وہ انصاف ہو جو انہیں انصاف نظر آئے نہ کہ وہ انصاف ہو جسے اکثریت انصاف کہتی رہے مگر اقلیت کو وہ نظر کچھ اور آئے اس کے معنی

فہرست ہماری زبان

موجودہ شمارہ

چوٹی کی بات (اداریہ) صفحہ	۱	انگریزی داں طبقہ ناگزیر ہے	۷
اقبال کی نظم "نالۂ فراق"	۲	سہ لسانی کنونشن اُتر پردیش	۸
تاج کی تعمیر پر اعتراضات کی تفصیل	۳ و ۴	اُردو میں جامع ڈکشنری	
استفسار (نظم)	۵	تمہاری ہندی سے ہم پریشان ہو گئے	
ایک راز		سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اُردو راجستھان	۹
غزلیں		بقیہ تاج کی تعمیر پر اعتراضات کی تفصیل	۱۰
اُردو کے ساتھ سلوک (مراسلات)	۶	اُردو اور علم دوستی (مراسلہ)	۱۱
بعض مسدس کا پہلو		انجمن ترقی اُردو بنگال کے مطالبات	۱۲
سنسکرت ... کے مطالبے ...	۷	ٹونک کا طرحی مشاعرہ	
خیال کا دوبارہ اجراء		کتابیں ملیں	
ٹی ۔ این ۔ ڈگری کالج میں اُردو کا خاتمہ			

یہ نہیں کہ اقلیت کی کوئی اہمیت ہوتی ہے ہاں اس کے معنی یہ ضرور ہیں کہ اُن کے جذبات کا احترام اس طرح ہوتا ہے کہ وہ اطمینان کے ساتھ قومی تعمیر کے کام میں شریک ہو سکیں۔

اس لئے سی۔ بی۔ راؤ کا یہ کہنا کہ چوٹی پر صرف ایک زبان کی جگہ ہوتی ہے صحیح نہیں۔ اوّل تو ایورسٹ کی چوٹی پر بھی کہا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ آدمی ایک وقت میں سما سکتے ہیں، دوسرے قوموں اور زبانوں کی ترقی کو اتنا ایک رُخا سمجھنا غلط ہے۔ ہم اس بات پر زور دینا چاہتے ہیں کہ ہندی کی ترقی کے ساتھ اُردو کی ترقی ممکن ہے۔ ہم یہ بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اردو کی ترقی کے لئے راہیں نکالنے سے کسی طرح ہندی پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ ہاں ہندی بالآخر زیادہ مالدار ہوتی ہے۔ ہمیں یہ بھی کہنا ہے کہ جس طرح اُردو کو ابھی ہندی سے بہت سیکھنا ہے، اسی طرح ہندی کو بھی اُردو سے بہت کچھ لینا ہے اور ہندی اُردو کو دوسری ہندوستانی اور عالمی زبانوں سے بہت کچھ لینا ہے۔ لین دین کا سلسلہ جتنے بڑے پیمانے پر ہو اُتنا ہی سماج کی ترقی اور پھیلاؤ کے لئے مفید ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہندی کی ترقی کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ دوسری زبانوں کو ترقی کرنے کا موقع نہ ملے۔ اگر ایسا ہے تو یہ نہایت نا سمجھی کی بات ہے۔ زبانیں اپنی طاقت کے بل پر زندہ رہتی ہیں۔ کسی زبان کی مخالفت یا اُس کے دبانے کے ساتھ اُنکی ترقی وابستہ نہیں ہوتی۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ اُتر پردیش کی بولیاں ہندی سے قریب ہیں اور اُردو سے بُعد رکھتی ہیں۔ اتر پردیش کے مغربی حصے میں زیادہ تر کھڑی بولی کا رواج ہے۔ یہاں شہر اور دیہات کی زبان میں ایک بنیادی رشتہ ہے اور شہر والے دیہات والوں کی اور دیہات والے شہر والوں کی بات سمجھ لیتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس بولی پر اُردو کے گہرے اثرات ہیں۔ پھر اُتر پردیش کی وہ معیاری بولی جسے آپ غازی آباد سے بلیا تک سُن سکتے ہیں اُردو کے الفاظ سے مالامال ہے۔

یہ زبان وقت کے ہاتھوں کچھ بدلے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس میں ہندی یا سنسکرت کے الفاظ کچھ اور شامل ہو جائیں۔ مگر وہ اُردو کے اُن الفاظ کو جو اصلاً دیسی الفاظ ہیں اور جنھیں تراش کر کچھ سڈول کر لیا گیا ہے، ترک کیوں کرے۔ رات کو راتری، گھر کو گرہ، دودھ کو دُگدھ، کیوں بنائے۔ اگر ہندی کو سب کی زبان بننا ہے تو اس میں سب کے اثر قبول کرنے کے لئے بھی گنجائش ہونی چاہئے۔ اور اس لحاظ سے اُردو کا حق سب سے زیادہ ہے کیونکہ اُردو ہندی سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ ہندی اگر اُردو سے بیر رکھے گی تو اس کے اندر بیر کی دُرشتی پیدا ہو جائے گی۔ اس سے اُردو کا نقصان تو ہوگا، ہندی کا بل بھی کم ہوگا۔

ہندوستانی اکیڈمی ایک علمی اور ادبی ادارہ ہے۔ اسے سب علوم کی اور ادبیات کی خدمت کھلے دل سے کرنی چاہئے۔ ہندی کے ساتھ اُردو کی خدمت ہو سکتی ہے اور بعض جگہ ہو بھی رہی ہے۔ چاہے تو ہندوستانی اکیڈمی بھی کر سکتی ہے۔ نہ چاہنے کی بات اور ہے۔

محمد بشیر الحق دسنوی

اقبال کی نظم "نالۂ فراق"

پروفیسر آرنلڈ علی گڑھ کالج میں دس برس رہ کر فروری ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ سے لاہور گورنمنٹ کالج میں فلسفے کے پروفیسر ہو گئے۔ لاہور کے قیام میں ان کے سب سے لائق شاگرد ڈاکٹر اقبال ہوئے۔ آرنلڈ صاحب لاہور کو خیرباد کہہ کر سنہ ۱۹۰۴ء میں انگلستان واپس گئے تو اقبال نے موصوف کی جُدائی پر "نالۂ فراق" جیسی پُر درد نظم لکھی جو سب سے پہلے ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کے رسالہ مخزن لاہور میں شائع ہوئی۔ جب مولوی عبد الرزاق حیدرآبادی نے اقبال کے اُردو کلام کا غیر مستند مجموعہ کلیات اقبال کے نام سے ستمبر ۱۹۲۴ء میں شائع کیا تو اس نظم کو بھی مخزن سے لے کر مکمل طور پر کلیات اقبال میں درج فرمایا۔ (کلیات اقبال دیباچہ ص ۵)

کلیات اقبال کی اشاعت کے بعد جب علامہ اقبال نے ۱۹۲۴ء ہی میں اپنے اُردو کلام کا ایک مستند مجموعہ "بانگ درا" کے نام سے شائع کیا تو اس آٹھ بند کی نظم کے صرف ۵ بند کو "بانگ درا" میں رہنے دیا اور مندرجہ ذیل ۳ بند کو حذف کر دیا۔ مرتب نوادر اقبال مولوی عبد الغفار شکیل نے اس نظم کو کلیات اقبال کا حوالہ دے کر نوادر اقبال (ص ۲۳) میں درج فرمایا ہے مگر معلوم نہیں شکیل صاحب نے حاشیہ میں یہ کہاں سے لکھ دیا ہے کہ :-

"بانگ درا میں اس نظم کے صرف پندرہ شعر درج ہیں۔ بعد میں علامہ اقبال نے دلی تاثرات کی شدت کے نتیجے میں کچھ اور شعر اضافہ کر دیئے"

شکیل صاحب کا یہ دعا کہ بعد میں علامہ اقبال نے دلی تاثرات کی شدت کے نتیجے میں کچھ اور شعر اضافہ کر دیئے سراسر مضحکہ خیز ہے۔ اقبال نے اضافہ تو نہیں تین بندوں کو رد البتہ کر دیا۔

"نالۂ فراق" کے تین محذوف بند :-

ہو گئی رخصت مسرت، غم مرا ہمدم ہوا دفتر صبر و شکیبائی جو تھا برہم ہوا
کچھ عجب اس کی جدائی میں مرا عالم ہوا دل مرا منت پذیر نالۂ پیہم ہوا

حاضراں از دوریِ محشر فروشم دیدہ اند
دیدہ ہا باز است لیک از راہ گوشم دیدہ اند

(۲)

دجلہ پیری کر رہا ہے دیدۂ پُر خوں مرا صورت سیماب مضطر ہے دل محزوں مرا
درد فرقت سے ہے رنگیں نالۂ موزوں مرا داغ حرماں ہے سراپا ہر گل مضموں مرا

آہ! وہ حاصل نہیں اوروں کی مدحت میں مجھے
لطف جو ملتا تھا کچھ تیری ملامت میں مجھے

(۳)

زندگی کا دامن انساں میں گویا خار ہے آرزو کا دل میں سینے میں نفس کا خار ہے
یوں تو اس عالم کے ہر ذرے سے اگتا خار ہے خار فرقت کا مگر سب سے نکیلا خار ہے

"زندگانی در جگر خار است و در پا سوزن است
تا نفس باقی است در پیراہن ما سوزن است"

خاور جبل پوری

تاج کی تعمیر پر اخراجات کی تفصیل

یہ مقالہ شری سریش چندر جوشی نے "ساپتاہک ہندوستان" ۱۴ر جولائی ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۹ پر شائع کرایا ہے۔ جس کا ماخذ وہ ایک نایاب فارسی قلمی نسخہ بتاتے ہیں۔

اس مقالے کا اردو ترجمہ پیش کرنے سے میری مراد یہ بھی ہے کہ اگر واقعی اس موضوع پر قابل اعتماد نادر فارسی قلمی نسخہ موجود ہے تو ارباب ادب و دانش منظر عام پر لانے کے لئے مخصوص توجہ فرمائیں۔

(خاور جبل پوری)

تاج محل دنیا کے سات حیرت انگیز نوادرات میں سے ایک خوب صورت ترین اور سب سے بہتر حسین فن تعمیر سے مزین عمارت ہے۔ جسے دیکھنے کے لئے دیس بدیس کے لوگ بے حد مشتاق رہتے ہیں، اور جسے دیکھ کر بڑے سے بڑے انجینیر انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں۔ ماہرین فن معمار اس کی لاجواب صنعت کاری دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور اسے مسلم الثبوت کامیابی کا واحد نمونہ سمجھتے ہیں۔

وہی تاج محل جسے آج تک لاتعداد نظروں نے دیکھا اور جس کی تعمیر سے متعلق سیکڑوں محققوں نے زور قلم صرف کیا۔ آج بھی بجائے خود ایک راز ہے۔ اس کی شاندار صنعت کاری کی بنیاد پر بعض ادیبوں کا قول ہے کہ اس کی تعمیر میں بیس برس لگے اور اس پر کم و بیش (۲۰۰۰۰۰۰۰) بیس کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا۔

حال ہی میں تاج محل کی تعمیر کے موضوع پر ایک نادر قلمی نسخہ مقالہ نگار (مسٹر سریش چندر جوشی) کو دستیاب ہوا ہے، جس کے مطالعے سے مذکورہ موضوع پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

یہ قلمی نسخہ فارسی زبان کے خوشخط حروف میں تحریر ہے اس میں تاج محل تعمیر کرنے کی وجہ، روضے میں استعمال کئے جانے والے مختلف اقسام کے قیمتی پتھر اور ان کی قیمت نیز ان کے لائے جانے کے مقامات۔ معماران فن کے نام ان کی تنخواہیں۔ تعمیر تاج پر ہونے والے دوسرے اخراجات کی تفصیل بتائی گئی ہے۔

یہ نسخہ ایک ایسے جاگیردار خاندان کی تحویل میں تھا جس کے آبا و اجداد بادشاہ کے نجی ملازم اور مصاحبین اور آگرے کے قدیم باشندے تھے۔

اگرچہ اس قلمی نسخے پر لکھنے والے کا نام یا سنہ تالیف درج نہیں ہے، لیکن خیال یہ ہے کہ یہ نسخہ اسی جاگیری خاندان کے کسی بزرگ کے ذریعے شاہی رکارڈ کے مطالعہ سے اخذ کیا گیا ہے اس لئے اسے قابل یقین و تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس نسخہ میں ابتداءً تاج کی تعریف اور توصیف سے متعلق تاج پر کندہ کئے ہوئے فارسی اشعار لکھے ہیں اور یہ اشعار شہاب الدین محمد سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ آخر میں آرٹ پیپر پر تاج کا ایک خوب صورت خاکہ (اسکیچ) بنایا گیا ہے۔

ممتاز محل کی تاریخ وفات سنہ ۱۰۴۰ ہجری بتائی گئی ہے نسخے کی تمہید یہ عبارت میں بتایا ہے کہ "خلاصہ بیگم جن کو ممتاز محل کہتے تھے عُرف تاج بی بی۔ شاہ جہاں کی بیوی، نواب آصف خاں وزیر کی بیٹی، نواب اعتماد الدولہ کے لڑکے کی لڑکی کی سوانح اور سکندرہ۔ موتی مسجد اور فتح پور سیکری کے حالات اور کاریگروں کے نام ان کی تنخواہ اور پتھروں کے نام، ان کی قسمیں (جو روضہ کی تعمیر میں لگے ہیں) شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ اس نسخے کے کچھ پیراگراف کی ابتدا "کہتے ہیں" سے ہوئی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس نسخے میں لکھی ہوئی باتیں مصنف کی چشم دید نہیں بلکہ شنیدہ ہیں۔

تاہم اس میں جو اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں ان کے ساتھ "شنیدہ"[1] کا استعمال نہیں ہوا۔

اس قلمی نسخہ میں تعمیر تاج کا حساب آنہ پائی تک درج ہونے سے اس کی صحت پر تصدیق ہوتی ہے کہ یہ حساب اصل رکارڈ دیکھ کر ہی لکھا گیا ہوگا۔

قلمی رسالہ کے مصنف کو بادشاہ کے ذاتی عملے اور مصاحبین میں ہونے کی وجہ سے رکارڈ دیکھنے میں کوئی دقت نہ پیش آئی ہوگی۔

اس رسالے کی تحریر کے مطابق ممتاز محل کی موت دہر آرا؟ نامی لڑکی کی ولادت سے امراض زچگی کے باعث ہوئی۔ قبل از مرگ بیگم نے بادشاہ سے دو باتوں کا اقرار کرایا تھا۔

(۱) یہ کہ وہ دوسری شادی نہ کریں (۲) میرے مرقد پر ایسی عمارت تعمیر کرائیں جو دنیا بھر میں لاثانی ہو، بہت صاف ستھری اور خوش نما۔

بیگم کے انتقال کے بعد چھ مہینے تک مقبرہ کے باہر چوک کے دروازے پر دوسری زمین جو پڑی تھی وہاں ان کو امانت رکھ دیا۔ مقبرے کے نقشے کے جو تعدادات ماہرین تعمیر نے پیش کئے ان میں سے ایک نقشہ بادشاہ کو پسند آیا اور اسی نقشے کے مطابق لکڑی کا روضہ تیار کیا گیا۔

---

[1] سُنا ہے۔

اس کے بعد تاج کا نقشہ سنگ مرمر پر بہت اچھا اور بے حد خوب صورت سترہ سال کی مدت میں آراستہ ہو سکا۔

اس رسالے میں تاج پر کام کرنے والے معماروں کی فہرست اُن کا وطن اور تنخواہ وغیرہ کی ذیلی تفصیل درج ہے۔

(۱) استاد عیسٰی (خاں) :- نقشہ نویس ساکن روم
تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہانہ

(۲) امانت خاں :- طغرا نویس ساکن شیراز
تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہانہ

(۳) محمد حنیف سلاوٹی سے کام لینے والا اکبر آبادی
تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہانہ

(۴) اسمٰعیل خاں گنبد ساز رومی۔ تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہانہ

(۵) محمد خاں خوشنویس بغدادی۔ تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہانہ

(۶) موہن لال پچی کار تنخواہ پانچسو روپیہ ماہانہ

(۷) منوہر سنگھ لاہوری تنخواہ پانچسو روپیہ ماہانہ

(۸) منو لال لاہوری تنخواہ چھ سو روپیہ ماہانہ

(۹) کاظم خاں کلس بنانے والا۔ لاہوری تنخواہ دوسو روپیہ ماہانہ

مقبرے میں استعمال کئے جانے والے پتھروں کی آمد کے مقامات ان کی ذات اور قیمت ذیلی فہرست میں بتائی ہے۔

(۱) عقیق بشہر بغداد سے لایا گیا۔ قیمت ۳۱۵ روپیہ
(۲) یشبی۔ یمن " " " ۲۴۰ "
(۳) فیروزہ۔ تبت " " " ۴۰۰ "
(۴) لاجورد۔ لنکا " " " ۲۴۰ "
(۵) مونگا۔ دریائے شور " " " ۱۱۰ "
(۶) سلیمانی۔ جنوب " " " ۴۵۰ "
(۷) غوری۔ کھماج " " بے شمار
(۸) لہسنیہ۔ دریائے گنڈوہ " " ۶۱۵ "
(۹) آمرہ۔ رود نیل " " " ۶۷۰ "
(۱۰) طلائی۔ غیر معلوم مقام " " ۱۰۰۲ "
(۱۱) سنگ گوالیار۔ کوہ گوالیار " " بے شمار
(۱۲) سنگ موسٰی۔ جھاڑی " ! " " ۷۴۵ "
(۱۳) سنگ اکبری۔ " " " ۴۵ "
(۱۴) سنگ کھٹ باز۔ جیسلمیر " " " ۷۵ "
(۱۵) سنگ سیخ۔ مختلف مقامات " " بے شمار
(۱۶) سنگ یشم۔ کماچ " " " ۴۵ "
(۱۷) سنگ نخود۔ سیل گڑھ " " " ۲۵ "
(علاقہ گوالیار) ——

ساتھ ہی پتھروں کی لمبائی چوڑائی بھی بتائی ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ تاج محل دیس بدیس سے حاصل کئے ہوئے مختلف قیمتی پتھروں کا ایک خوشنما عجائب خانہ ہے۔

تاج کی تعمیر پر متفرق اخراجات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :-

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) بادشاہ کے خزانچی کے پاس سے	۹	۱۳	۵۷,۵۵,۹۳۶
(۲) صوبہ اکبر آباد سے تنخواہ ملازمان کو دی۔	۰	۷	۵ ۳۱۶,۱۶۱
(۳) مسجد مع حوض پر خرچ ہوا	۰	۷	۸۲۵,۸۲۱
(۴) روضہ مع چاروں مینار ایک کرسی کے۔	۰	۷	۵۱,۷۷,۶۷۴
(۵) قبر مع پچی کاری	۰	۲	۵۵۸۱۱
(۶) شاہ جہاں بادشاہ کی قبر	۰	۴	۱۹۷۸۴
(۷) ممتاز کی قبر کا گنبد	۰	۲	۵۶۱۱۵
(۸) تہ خانے کے سونے چاندی کے دروازے پر۔	۰	۱۴	۵۴۶۸۷
(۹) جھنجری۔ سنگ مرمر اور پچی داری۔	۰	۲	۴۶۸۸۵۵
(۱۰) صندل کی لکڑی کے کواڑ	۰	۶	۴۵۲۴۵
(۱۱) جگہ جگہ دروازے	۰	۱۰	۳۵۴۱۸
(۱۲) بڑا دروازہ، ضمانت حوض صحن میں اور قبر پر کلس۔	۰	۶	۸۴۵۲۵
(۱۳) جمنا کی طرف آغا خاں کے محل کے پاس کی تعمیر میں۔	۰	۶	۱۴۵۰۱
(۱۴) بُرج	۰	۱۳	۱۱۳۹۱۸
(۱۵) پورب کی طرف کا بُرج	۰	۵	۵۴۳۴۵
(۱۶) پورب کی طرف باغ کی دیوار۔	۰	۱۳	۵۲۶۷۵
(۱۷) پچھم کی طرف باغ کی دیوار	۰	۱۳	۵۷۷۷۷
(۱۸) دکھن میں باغ کی دیوار	۰	۱۲	۶۷۸۵۵
(۱۹) اُتر میں باغ کی دیوار جمنا کی طرف۔	۰	۱۲	۱۲۲۲۱۲
(۲۰) مُسافر خانہ	۰	۱۰	۱۰۲۲۴
(۲۱) فیل خانہ	۰	۱۱	۴۲۹۱۵
(۲۲) شتر خانہ	۰	۱۲	۲۱۱۲۲
(۲۳) پوربی دروازہ	۰	۲	۵۴ ۸۰
(۲۴) پچھمی دروازہ	۰	۱۳	۷۴ ۶۰
(۲۵) دکھنی دروازہ	۰	۷	۱۱ ۲۸
(۲۶) چوکھنڈی اکبر آبادی	۰	۱۰	۱۴ ۹ ۸۴

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

آفتاب شمسی

انتظار

رات کی سیاہی میں
عالمِ جدائی میں
آج بھی دلِ ناداں
دیکھتا ہے رہ اُس کی
آج بھی یقیں دل کا
کل کی طرح محکم ہے
دل کی سادہ لوحی کو
کاش کوئی سمجھاتا
انتظار جس کا ہے
تجھ کو اے دلِ ناداں!
وہ تو اک مسافر تھا
جو تری محبت کی
نرم نرم چھاؤں میں
صرف چند لمحوں کو
رک گیا تھا دم لینے
اب وہ چارہ گر تیرا
تیری تیرہ راتوں کو
اپنی روشنی دینے
گھُپ سیہ اندھیرے میں
لوٹ کر نہ آئے گا
لوٹ کر نہ آئے گا

زیدی جعفر رضا

ایک راز

آٹھ برس کی ننھی سی اک چنچل لڑکی
اکثر مجھ کو
حسرت سے دیکھا کرتی ہے
اور نگاہیں جب میری اس سے ملتی ہیں
اس کی پلکیں جھک جاتی ہیں
شاید وہ شرما جاتی ہے
ہونٹوں پر باریک تبسم
ہلکے ہلکے
انگڑائی لینے لگتا ہے
اور نگاہوں کی کوروں سے
چپکے چپکے
وہ مجھ کو تکنے لگتی ہے
میں نے اس کی پلکوں پر
اکثر اشکوں کی
قندیلیں روشن دیکھی ہیں
اور اس کے معصوم لبوں سے
درد بھرے میٹھے گیتوں کے
بول سُنے ہیں

میں نے یہ محسوس کیا ہے
کچھ ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو یکجا کر کے
وہ اکثر اشعار بھی موزوں کر لیتی ہے
اور خیالوں میں اس کے
کچھ ایسا چھایا رہتا ہوں
نغمہ بن کر
اس کے لبوں پر آ جاتا ہوں

اب تک تھا اک راز یہ لیکن
آج اسے میں فاش کروں گا
اس ننھی گڑیا سے مجھ کو پیار بہت ہے۔

غزلیں

زوار حسین اختر

غم عشرتِ فردا کے لیے سہتے ہیں لیکن — دنیا میں نہیں غم سے مفر ہم نہ کہیں گے
سچائی کو لفظوں کا کفن کون پہنائے — حق بات بانداز دگر ہم نہ کہیں گے
مہتاب منور نہیں خود نور سے اپنے — ویرانے کو فردوس نظر ہم نہ کہیں گے
مظلوموں کو مظلومی کا احساس تو ہو جائے — نالے نہیں پابند اثر ہم نہ کہیں گے

دم گھٹتا ہے بارود کی بو سے ابھی اختر
افسانۂ رخسار و کمر ہم نہ کہیں گے

پورنڈ ہیمن ریحانی

جو آیا نظر آبشاروں کا عالم — تو یاد آ گیا اشکبار [illegible] عالم
کہاں جا کے ڈھونڈیں متاعِ مسرت — ہر اک سمت ہے غم کے ماروں کا عالم
گلستاں میں ہم کو خیاباں خیاباں — دکھائی دیا درد [illegible] کا عالم
نگاہوں میں وہ پیکرِ رنگ و بو ہے — کہ جس پر [illegible] عالم
ہر اک گام پر خواہشِ منزل تو — بہ [illegible] عالم
کہیں جل نہ جائیں حجاباتِ خلوت — [illegible]

کرشمہ ہے ریحانیؔ [illegible]
بہاروں کے اندر [illegible]

اُردو کے ساتھ سلوک

آپ بجا فرماتے ہیں کہ اُردو میں سنجیدہ اور علمی ادب کی اشاعت بجائے بڑھنے کے کم ہوتی جارہی ہے۔ ایک وجہ تو آپ نے خود ہی تحریر کر دی ہے لیکن سب سے اہم وجہ جس کی رو سے اُردو زبان کے مستقبل کو تسلی بخش تو در کنار میں نہایت مایوس کُن خیال کرتا ہوں وہ اور ہی ہے۔ ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

آج جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ نہایت خوشگوار ہے۔ ہم آزاد ہیں اور خود مختار ہیں اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے لیکن میری ناقص رائے میں چند امور ایسے ہیں کہ بجائے ترقی تنزّل بھی ہوا ہے ان میں سے ایک زبان اُردو سے متعلق ہے جو ہندوستان کی ہی تخلیق ہے اور اس نے کافی ترقی کی جب کہ حکومت کی باگ ڈور انگریز کے ہاتھ میں تھی۔ اب حکومت اپنی ہے۔ مگر نہایت افسوسناک اور دل شکن بات یہ ہے کہ اس زبان کے ساتھ سلوک سوتیلی ماں کا سا ہو رہا ہے۔ اختلافِ سیاست کی وجہ سے دلوں کے فاصلے بڑھ گئے ہیں مختلف صوبوں کے خود غرضانہ مقاصد کے ساتھ ساتھ ہندی انگریزی کا جھگڑا چل پڑا ہے۔ کہیں بنگالی، تامل اور کہیں پنجابی، گورمکھی کا سوال در پیش ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُردو زوال میں آ گئی۔

کس قدر افسوسناک بات ہے کہ اس ادب کُش ماحول میں ہندی، پنجابی اور دیگر زبانوں کے پرستار اُردو علم و ادب کے اُس شاندار سرمایے کو جو میرؔ، سوداؔ، غالبؔ، ذوقؔ اور آزادؔ وغیرہم جیسے عظیم الشان مشاہیر نے بڑی کوششوں اور کاوشوں سے جمع کیا تھا دریا بُرد کرنا چاہتے ہیں اُردو ان کے تیروں کا نشانہ بنی ہوئی ہے جو چلتے ہیں اُردو زبان پر اور گھائل کر رہے ہیں ہمارے دلوں کو۔ (پرکاش چند پرکاش)

لفظ مصوتا ہنگ

(Diphthong) اپنا وجود
ساری

اس زندگی بھی رات گزر گی جو عورتا

یہاں "گزر گی" فعولن کے وزن پر ہے۔

سہ مصوتا ہنگ (Triphthong)۔ آئے۔ اس کی جگہ، عموماً، "آئے" استعمال کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ "آئے" چار حرفی دو رکنی آواز ہے، اور "آئے" تین حرفی یک رکنی آواز۔ غالبؔ کا مشہور مصرعہ ہے:

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے

یہاں "بچھائے" ہے، اگر "بچھائے" ہوتا تو مصرعہ تقطیع سے گر جاتا۔ یہ جو ہم لوگ رسائل، قائم، ڈائل وغیرہ استعمال کرتے ہیں، یہ نثر میں غلط ہے۔ صحیح املا ملاحظہ ہو:

قٰ اے م، رٰ س اے ل، ڈٰ اے ل۔

آئی۔ اس مصوتا ہنگ کو تو کوئی بروئے تحریر لاتا ہی نہیں۔ "ہماری زبان" کے صفحات پر صرف ایڈیٹر ہی کو استعمال کرتے پاتا ہوں۔ "آئی" دراصل تین حرفی یک رکنی آواز ہے۔ اس کی جگہ "آئ" لکھنا ایک بڑی غلطی ہے۔ یہ جو ٹائپ، اسٹائل وغیرہ لکھے جاتے ہیں، یہ غلط نویسی میں شامل ہیں۔ صحیح املا ملاحظہ ہو:

ٹ ای پ، اس ٹ ای ل، ف ای ن، ر ای ٹ۔

ئے اے۔ یہ تین حرفی یک رکنی آواز ہے۔ اس کو غیر ملکی زبانوں کے الفاظ کی صحیح تلفظ نمائی کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔

بُ اے، boy؛ بُ اے ل، boil؛
کُ اے ن، coin؛

ئے ای۔ یہ مصوتا ہنگ اس وقت کام آئے گا، جب ہم غیر ملکی زبانوں کی تعلیم اپنی زبان کے ذریعہ دیں گے، کسی نہ کسی زبان میں یہ آواز ضرور ہو گی۔

اسی ڈھنگ پر اور بھی بہت سے مصوتا ہنگ بنائے جا سکتے ہیں، جو آگے چل کر بڑے کام کے ثابت ہوں گے۔

اُوے، اُوئی، اُئی، اُے

ان میں سے "اُئی" تو بنگلہ (ঐ) کی آواز کو صحیح ترین طور پر ادا کرتا ہے۔ (اقبال کرشن)

سنسکرت موجودہ زمانے کے مطابق نہیں

حیدرآباد-۲۳ر جولائی- پردھان منتری نہرو نے کل یہاں بتایا کہ میں سنسکرت بھاشا کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا لیکن میں سنسکرت کا بہت بڑا قدردان ہوں، یہ ایک شاندار زبان ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہر ایک کو سنسکرت پڑھنی چاہئے۔ یہ موجودہ زمانہ کے مطابق نہیں ہے۔ پردھان منتری سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انگلش کے اسٹاف اور زیر تربیت نوجوانوں سے خطاب کر رہے تھے آپ نے کہا کہ ہمیں تمام پراچین ساہتیہ کی عزت کرنی چاہئے لیکن ہم صرف اس کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہمیں آج کی دنیا میں رہنا ہے۔ پردھان منتری نہرو نے اپنے اس ریمارک سے جلسہ گاہ کو قہقہہ زار بنا دیا کہ اگر لوگوں کو انگریزی پڑھنی ہے تو اسے اچھی طرح پڑھنا چاہئے۔ آپ نے کہا کہ انگلستان اور امریکہ سے آنے والے لوگوں کو ہندوستانیوں کی انگریزی کی روانی سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ ہندوستانی انگریزوں سے زیادہ قابلیت سے انگریزی بولتے ہیں۔ لیکن ہمارے دیش کے لوگ ایسے مرحلہ پر پہنچ چکے ہیں کہ کچھ لوگ پنجابی انگریزی بولتے ہیں کچھ بنگالی انگریزی اور بعض مدراسی انگریزی۔

(پرتاپ بحوالہ پریس ٹرسٹ آف انڈیا)

"خیال کا دوبارہ اجراء"

ماہنامہ خیال کامٹی جو بعض ناگزیر مشکلات کی بنا پر بند کر دیا گیا تھا اب پھر جاری کیا جا رہا ہے۔ اس کا نیا شمارہ اگست سنہ ۱۹۶۳ء میں منظر عام پر آ جائے گا۔ اس کے ساتھ خیال نے "کرشن چندر نمبر" کی تیاری بھی شروع کر دی ہے۔ توقع ہے کہ یہ نمبر جنوری سنہ ۱۹۶۴ء کے اوائل میں شائع ہو جائے گا۔ اس کی ترتیب میں ہندوپاک کے متعدد اہل قلم حضرات نے حصہ لیا ہے اور ادارۂ خیال اس نمبر کو جو تقریباً چار سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہوگا آفسٹ کی خوبصورت طباعت سے مزین کرے گا۔ (منیجر خیال)

ٹی این ڈگری کالج ٹانڈہ میں اردو کا خاتمہ

ٹانڈہ، ۱۷ر جولائی معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ٹی این ڈگری کالج ٹانڈہ میں نئے تعلیمی سال سے اردو کی تعلیم ختم کر دی گئی۔ اس کے ذمہ داروں کی اس غیر جمہوری کارروائی کے نتیجے میں شہر کے تمام معزز افراد، اردو دوست اور جمہوریت پر اعتقاد رکھنے والوں میں ایک ہیجان برپا ہے۔ والے طلبہ کی کافی تعداد کالج میں موجود ہے اور طلبہ پریشان ہیں کہ وہ کیا کریں؟

معلوم ہوا ہے کہ شہر کے معزز افراد نے کالج کے ذمہ داروں اور پرنسپل صاحب کو اس ناپسندیدہ اقدام سے روکنے کے لئے ایک توجہ نامہ پیش کیا ہے۔

انعام اللہ انصاری جوائنٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو

(بحوالہ سیاست جدید)

انگریزی داں طبقہ ناگزیر ہے

جے پور۔ ۲۹ر جولائی۔ اردو کے ممتاز شاعر رگھوپتی سہائے فراق نے جے پور میں ایک انٹرویو میں کہا کہ ہر اس ہندوستانی کو جس کی تعلیم انگریزی میں ہوئی ہے اپنی مادری زبان پر پورا عبور ہونا چاہئے۔ صرف اسی طرح ملک میں علاقائی زبانوں کے ادب کا مستقبل محفوظ رہ سکتا ہے۔

اپنی دلیل کے دعوے میں انھوں نے آر، سی، دت- بال گنگا دھر تلک، بنکم چندر چٹرجی سوامی رام تیرتھ اور دوسروں کے نام لئے جو "انگریزی کے ماہر اور اپنی مادری زبانوں کے عظیم ادیب تھے"۔

فراق نے کہا کہ ہندوستانی زبانوں میں لکھنے والا اس وقت تک عظیم ادیب ہو نہیں سکتا جب تک وہ انگریزی زبان سے کماحقہٗ واقف نہ ہو۔

ان سے سوال کیا گیا کہ ان کے خیال میں کل کے ہندوستان میں ہندی کا کیا مقام ہوگا۔

سوال کے جواب میں فراق کچھ بہت زیادہ پُر اُمید نظر آئے اُنھوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ ملک کی ہندی نہ جاننے والی تعلیم یافتہ آبادی کو ہندی پوری طرح سیکھنے میں کم از کم ایک صدی لگے گی اور غیر تعلیم یافتہ آبادی بہت نقصان میں رہے گی۔

انھوں نے کہا کہ کسی ملک میں کسی بھی زمانے میں پوری آبادی دو یا تین زبانوں میں تعلیم یافتہ نہیں ہو سکتی لیکن انہوں نے یہ اقرار کیا کہ اگر ترجمہ کرنے والوں کی ایک پوری فوج بھرتی کی جائے تو اس سے علاقائی زبانوں کی ترویج میں مدد ملے گی۔

سوال: کیا آپ کے خیال میں عوام کی جذباتی ہم آہنگی کے لئے ایک قومی ہونا ضروری نہیں۔

جواب: ہندوستانی عوام میں آپس میں ہزاروں رشتے ہیں، زبان ان میں سے صرف ایک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی سرکاری زبان جذباتی ہم آہنگی کا بڑا وسیلہ نہیں بن سکتی۔

فراق نے اس بات پر زور دیا کہ ہندوستان میں انگریزی داں طبقے کو محفوظ رکھنے اور اس میں توسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف یہی طبقہ ہندوستانی زبانوں کی توسیع اور ترقی کی ضمانت

بن سکتا ہے اور جہاں تک ہندی کا تعلق ہے، انھوں نے کہا کہ اس سلسلے میں شہری آبادی سے شروعات کی جاسکتی ہے۔
(ہندستان ٹائمز)

سہ لسانی کنونیشن اُتر پردیش

اُتر پردیش میں سہ لسانی فارمولا کے نفاذ کے وقت امید تھی کہ ہماری قومی حکومت اُردو کے لئے تیسری زبان کے طور پر پڑھنے کی آسانی ہر جگہ فراہم کرے گی۔ مگر یو پی گورنمنٹ کا موجودہ رویّہ اور وزیر اعلیٰ کی بنارس کانفرنس سے اُردو کے لئے انصاف کی اُمیدیں ختم ہو گئیں۔ یہ حالات ریاستی اُتر پردیش میں ہونے والے دینی تعلیم کے کام اور آئندہ نسلوں کی نشو ونما کے لئے تباہ کُن ہوں گے کیونکہ بچوں کی مادری زبان اُردو ہے، اور دینی تعلیم کا ذریعہ تعلیم بھی اُردو ہے جسے حکومت کی مایوس کُن پالیسی سے سخت خطرہ لاحق ہے۔

اس لئے ریاستی دینی تعلیمی بورڈ کی طرف سے اگست کے پہلے ہفتے میں لسانی کنونیشن لکھنؤ میں طلب کیا جارہا ہے جس میں دینی تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ریاست کے اصحاب فکر اور محبان اُردو بالخصوص انجمن ترقی اُردو کو شرکت کی دعوت دی جارہی ہے تاکہ کسی مشترکہ فیصلے کے مطابق اپنے اپنے حدود میں یکساں اور موثر جدو جہد کی جاسکے۔

(۱) مولانا محمد افضال الحق قاسمی ناظم ریاستی دینی تعلیمی بورڈ۔ (۲) مولانا عبدالرؤف ایم، ایل سی ناظم جمعیۃ علماء اُتر پردیش۔ (۳) مولانا محمد قاسم ناظم جمعیۃ علماء اُتر پردیش۔ (۴) مولانا محمد اسحاق ایم، ایل، سی۔ (۵) مولانا عظمت اللہ رکن جمعیۃ علماء ہند۔ (جریدہ نقیب)

اُردو میں جامع ڈکشنری

لاہور، ۲۶ر جولائی۔ ادارہ فروغ اُردو نے مغربی پاکستان کے خطۂ ارض کی زمانۂ قدیم سے اب تک کی تاریخ لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس تاریخ میں اس خطہ کی ثقافت وحدت اور اس کے باشندوں کے باہمی اتحاد و یگانگت کے پہلو اُجاگر کئے جائیں گے۔ ادارے کے اجلاس کی صدارت سپریم کورٹ کے جج مسٹر جسٹس ایس اے رحمان کر رہے تھے۔ ادارے نے ایک معیاری انگریزی اُردو ڈکشنری تیار کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ ادارہ تراجم اور طبع زاد تصانیف کے علاوہ ایک موثر اُردو شارٹ ہینڈ مرتب کرنے کی بھی کوشش کرے گا۔

ادارے کے ڈائرکٹر کرنل مجید ملک نے بتایا ہے کہ ادارہ آرٹ آثار قدیمہ، ادب سائنس، طبعیات، علم کیمیا، علم حیوانات، نباتات، زراعت اور دیگر موضوعات پر پہلے ہی کتابیں تصنیف کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ تالیفات آئندہ سال کے نصف آخر میں تیار ہو جائیں گی۔ انھوں نے بتایا کہ سائنس کے موضوعات پر جو تالیفات کی جارہی ہیں، ان کے لئے مختلف یونی ورسٹیوں کے معروف اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ ادارے نے کچھ عرصہ پیشتر جو اُردو ٹائپ رائٹر کے حروف کا بورڈ مرتب کیا تھا اس کی نقلیں متعدد افراد و منتظمین کو ارسال کر دی گئی ہیں تاکہ وہ اس بورڈ کے بارے میں اپنی آراء سے مطلع کریں۔

انھوں نے بتایا کہ ادارے نے موصول آراء کی روشنی میں ٹائپ کے بورڈ میں ترامیم باتفاق رائے سے پاس کر لی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ادارے نے اساسی انگریزی طرز پر ایک بنیادی اُردو زبان بھی مرتب کی ہے۔ موخرالذکر کام کراچی میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے زیر سرپرستی کیا گیا ہے۔ (ناظم)

"تمہاری ہندی سے ہم پریشان ہو گئے"

قومی آواز کے اسٹاف رپورٹر کا بیان ہے کہ لکھنؤ میں ۲۶ر جولائی کو وزیر اعلیٰ شری سی، بی، گپتا نے اخباری نمائندوں کی کانفرنس میں ہندی کے بارے میں ایک نمائندے کے سوال پر عاجز ہو کر کہا۔ "موقع بے موقع ہندی کے بارے میں تم سوال کرتے رہتے ہو، تمہاری ہندی سے تو ہم پریشان ہو گئے۔"

نمائندے نے کہا۔ "مرکزی وزیر داخلہ لال بہادر شاستری نے ابھی ایک تقریر میں کہا ہے کہ یو، پی میں ہندی لازمی تھی، مگر وہاں کی حکومت کو اس پر راضی کر لیا گیا ہے کہ وہ لازمی نہ رہے اس کی کیا اصلیت ہے؟"

وزیر اعلیٰ نے کہا۔ "ہندی اتر پردیش کی سرکاری زبان قانوناً بن چکی ہے اس کے بدلنے کا کسی کو حق نہیں ہے اِن سارے ہندوستان کی طرح ہم اس کے حق میں ہیں کہ انگریزی بھی پڑھائی جائے جیسے اب تک پڑھائی جاتی تھی اور سارے ہندوستان میں پڑھائی جاتی ہے۔"

پتہ دیکھئے

اگر آپ کے پتہ کے گرد سُرخ نشان ہے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ دو اشاعتوں کے بعد آپ کی میعاد خریداری ختم ہو جائے گی مہربانی فرما کر "ہماری زبان" کی سالانہ قیمت مبلغ تین روپے منی آرڈر سے بھیجئے تاکہ یہ سلسلہ جاری رہ سکے۔ (منیجر)

سالانہ رپورٹ

انجمن ترقی اُردو راجستھان

(گزشتہ سے پیوستہ)

کُل ہند اُردو کانفرنس

جے پور میں "کُل راجستھان اُردو کنونشن" مارچ ۱۹۵۹ء میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں اُردو کے متعلق جس قدر مطالبات کیے گئے تھے وہ بھی تقریباً سب کے سب گورنمنٹ راجستھان نے منظور کرلئے اور اس سلسلے میں جو مزید مسائل پیش آئے وہ یا منظور ہوگئے یا کچھ ابھی زیر کارروائی ہیں۔ البتہ اُن پر خاطر خواہ عمل کا مرحلہ بدستور باقی ہے۔ جس کی بڑی وجہ خود اُردو دوستوں کی بے توجہی و بے اعتنائی ہے۔

گزشتہ نومبر میں کل ہند اُردو کانفرنس بھی منجانب مرکزی انجمن جے پور میں ہونے والی تھی۔ انتظامات تقریباً مکمل ہوچکے تھے۔ مصارف کا بھی انتظام ہوتا جارہا تھا۔ اس کے منتظم اعلیٰ، راؤ بہادر پنڈت اوتار نرائن صاحب بہادر نے بذات خود زحمت سفر گوارا فرمائی تھی۔ مگر چین کے جارحانہ اقدامات کے باعث مرکزی انجمن کے مشورے کے بعد یہ اجتماع ملتوی کرنا پڑا۔ اور فراہم شدہ سرمایہ بینک میں محفوظ کردیا گیا۔ اس سلسلے میں آپ صاحبان کو فیصلہ کرنا ہے کہ کیا عمل کیا جائے۔

نیشنل ڈفینس فنڈ میں چندہ

کانفرنس ملتوی کرنے کے ساتھ ہی ارکان انجمن نے باہم چندہ کرکے مبلغ ایک سو ایک روپیہ نیشنل ڈفینس فنڈ بھی پیش کیا، اور اپنی ہر گونہ خدمت کا بھی یقین دلایا۔

آمد و خرچ

اپنی انتہائی مصروفیت کے باوجود ڈاکٹر سردار رام سنگھ صاحب خازن کے فرائض نہایت توجہ اور دلچسپی سے انجام دے رہے ہیں۔ وہی میرے اس معروضے کے بعد سال بھر کے آمد و خرچ کا گوشوارہ پیش کریں گے۔ واضح رہے کہ آمد و خرچ کا اندراج متعلقہ رجسٹروں میں راقم الحروف کرتا ہے جس کو خازن صاحب چیک کرتے ہیں اور صدر صاحب کے دستخطوں کے بعد اس کی توثیق تسلیم کی جاتی ہے۔

عدم وصولی چندہ

انجمن ہٰذا کے کل عہدے دار اعزازی ہیں۔ صرف ایک چپراسی کو بہت قلیل مشاہرہ بیس روپے ماہوار دیا جاتا ہے۔ انجمن کے ذرائع آمدنی بھی بالکل محدود ہیں یعنی صرف ارکان انجمن کا ماہانہ چندہ یا کبھی کبھار کسی مقامی شاخ کی فیس الحاق، جس کا عدم و وجود تقریباً یکساں ہی سا ہے۔ ممبران کی تعداد بھی بروئے دستور صرف ۱۰۱ تک محدود ہے بہرحال اگر ارکان انجمن کا چندہ بھی وقت پر وصول ہوتا رہے تو جوں توں کام چلتا رہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بجز چند مخصوص اصحاب کے دیگر حضرات کے چندے باقاعدہ وصول نہیں ہوتے۔ اس لئے یا تو بہت سے کام ملتوی کرنے پڑتے ہیں۔ یا وقت پر انجام نہیں پاتے۔

بالکل ظاہر ہے کہ تحریری کام تو بلا معاوضہ ہوسکتا ہے مگر ڈاک، طباعت، روشنی، ضروری سفر خرچ اور اسٹیشنری وغیرہ کے لئے تو رقم ضروری ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب کسی ممبر صاحب پر کافی رقم چندہ چڑھ جاتی ہے اور وہ نہ تو ادا ہی کرتے ہیں نہ حساب بیباق کرکے سبکدوش ہی ہوتے ہیں، تاکید پر تاکید ہوتی ہے اور وہ ٹالتے رہتے ہیں تو بالآخر ان کا نام حذف کیا جاکر مطالبہ ختم کردیا جاتا ہے۔ اس طرح انجمن کو ناقابل برداشت مالی نقصان پہنچتا رہتا ہے جس کی تفصیل بہت طویل اور افسوسناک ہے۔ لہٰذا آپ صاحبان کو اس بابت بھی آج فیصلہ کرنا ہے کہ یہ مسئلہ کس طرح حل کیا جائے۔

مقامی شاخیں

راجستھان میں مقامی شاخوں کی تعداد ۵۸ ہے مگر ان میں باعمل بہت کم ہیں، چنانچہ بعض کا الحاق بھی منسوخ کیا جاچکا ہے۔ مقامی شاخیں اگر باعمل ہوں تو اُردو کے بہت سے معاملات آسانی سے حل ہوسکتے ہیں لہٰذا اس بابت بھی بعد غور فیصلہ درکار ہے کہ ان کو کس طرح باعمل بنایا جائے۔

گوشوارہ دفتری کام

گزشتہ سے پیوستہ سال کے مقابلے میں گزشتہ سال کے دفتری کام کا گوشوارہ حسب ذیل ہے:

حوالہ سال	تعداد ارکان	تعداد ممبران	تعداد معاونین	تعداد ہمدردان	تعداد مقامی شاخیں	تعداد اجلاس	تعداد اخباری اعلانات	تعداد مراسلات
یکم اپریل ۱۹۶۱ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۶۲ء	۵۱	۷	۳	×	۵۶	۳	۵۸	۳۳۱۸
یکم اپریل ۱۹۶۲ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء	۵۱	۷	۷	۱۱	۵۷	۷	۲۴۰	۳۱۸۰

اظہارِ ملال

انجمن ہذا اپنے دو مخلص عہدے داروں یعنی پنڈت کاشی پرشاد تواڑی ریٹائرڈ ڈی۔ آئی۔ جی پولس راجستھان۔ خازن انجمن اور منشی رام چندر نظر "جواہر رقم" اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہذا کی دائمی مفارقت پر اپنے دلی رنج و ملال کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اول الذکر جیسی مخلص، محنتی اور صاف دماغ ہستیاں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی یادگار مذکور العصد کل ہند اُردو کانفرنس کے موقع پر شیلڈ کی شکل میں قائم کی جانے والی تھی بشیلڈ آچکی ہے اور محفوظ ہے۔ اور توقع ہے کہ اُس کانفرنس کے منعقد ہونے کے وقت اس کو کام میں لایا جاسکے گا۔ موخرالذکر جیسی بے نفس و منکسر ہستی نے مر کر جے پور سے فن خوشنویسی ختم کردیا۔

اظہارِ تشکر

انجمن کے صدر محترم اور نائبین میں سے بہادر صاحب کی ہدایت و رہنمائی اور سعی و دور اندیشی۔ نیز خازن صاحب جوائنٹ سکریٹری اور اسسٹنٹ سکریٹری صاحبان کی پُر خلوص خدمات کی بابت کچھ عرض کروں تو اندیشہ ہے کہ خودستائی و خودپسندی یا خوشامد پر محمول نہ ہو لہٰذا اسی قدر عرض کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اس انجمن کی اگر کوئی خدمت لائق پسندیدگی یا قابلِ اطمینان ہے تو وہ انہیں صاحبان کے سبب سے ہے۔ یہ عرض کرنے پر مجھے اُس زریں ارشاد نے مجبور کیا ہے کہ "جس نے انسان کا شکر ادا نہ کیا اُس نے خدا کا بھی شکرانہ پیش نہ کیا۔"

حرفِ آخر

آخر میں آپ صاحبان کی قدم رنجہ فرمائی اور اس رپورٹ کو سماعت فرمانے کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے پنڈت تیج بہادر سپرو کے اس قول پر توجہ دلاؤں کہ "اُردو، ہمارا ناقابلِ تقسیم موروثی سرمایہ ہے" اور مولانا آزاد کے اس ارشاد پر متوجہ کروں کہ "مذہب بھی بدلا جاسکتا ہے مگر مادری زبان تبدیل نہیں ہوسکتی" تو بے جا نہ ہوگا۔ لہٰذا جو لوگ اُردو کو اپنا آبائی سرمایہ اور اس کو مادری زبان تسلیم کرتے ہیں ان کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور حفاظت کے لئے عملی طور پر حصہ لینا ضروری ہے۔ والسلام

احترام الدین احمد شاغل

جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو راجستھان

بقیہ ۔ تاج کی تعمیر پر اخراجات کی تفصیل

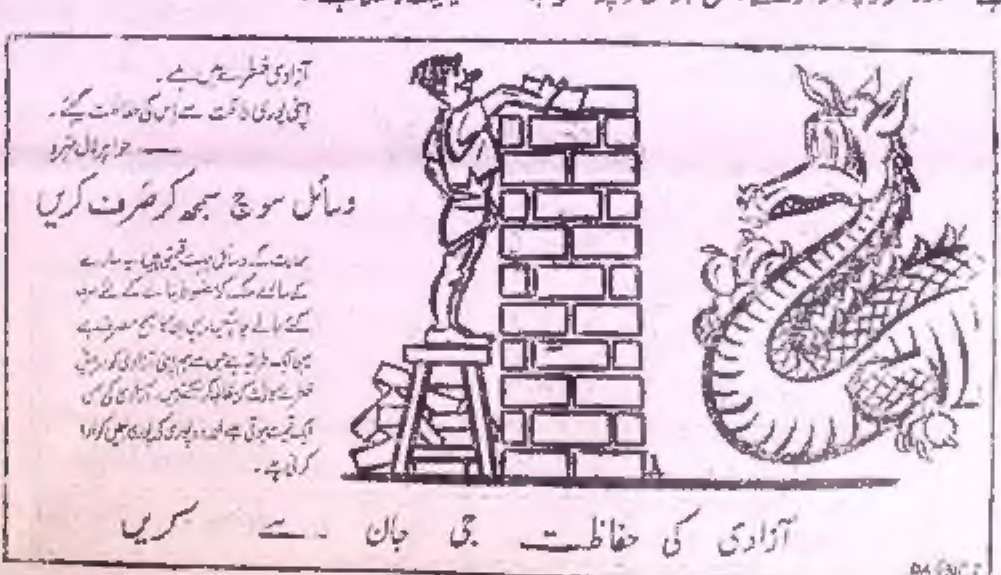
	پائی	آنہ	روپیہ
(۲۷) خواص پورہ اتر کی طرف	۹	۱۰	۹۹۱۱۳
(۲۸) خواص پورہ دکھن کی طرف	۰	۱۰	۱۶۱۰۵
(۲۹) مسجد مع حوض	۰	۱۲	۲۹۲۴۴
(۳۰) فتحپوری کے عقب میں مکان	۰	۷	۱۵۶۷۷
(۳۱) اکبرآبادی "	۰	۹	۱۶۹۶۰
(۳۲) حویلی آغا خاں	۰	۴	۱۵۷۹۰
(۳۳) دروازے کے نیچے فرش	۰	۱۳	۹۹
(۳۴) بڑے گنبد پر چڑھانے کے لئے کمند	۰	۰	۷۲
(۳۵) کاریگر، مزدور، ملازمان وغیرہ	۶	۷	۴،۱۸،۴۸،۸۲۶

رسالے میں مندرجہ بالا اخراجات کی میزان نہیں دی۔ مگران اخراجات کا کل مجموعہ، جو تاج محل پر صرف ہوا:

-/۱۰/ ۶،۰۵،۲۳،۰۲۱

چھ کروڑ باون لاکھ تین سو اکیس روپیہ دس آنہ ہوتا ہے۔

یہ قلمی رسالہ تاج کی تعمیر پر بہت واضح روشنی ڈال کر ابھی تک اس موضوع پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹاتا ہے اور تاریخی حقائق کے متلاشیوں کے لئے دراصل ایک سنگِ میل اور شمعِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔



معاصر

اُردو اور فلم ڈویژن

ہمارے بمبئی کے معاصر روزنامہ انقلاب نے یہ آواز اٹھائی ہے کہ انڈین فلم ڈویژن اُردو میں جو فلمیں بناتا ہے وہ صرف ریاست جموں اور کشمیر کو کیوں بھیجی جاتی ہیں، ہندوستان کے دوسرے بڑے بڑے شہروں میں جہاں اردو جاننے والوں کی اچھی خاصی تعداد آباد ہے وہ فلمیں کیوں نہیں دکھائی جاتیں؟ وہ لکھتا ہے:۔

مرکزی حکومت میں وزارت اطلاعات اور نشریات کے پانچ شعبے ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو، پریس انفارمیشن بیورو، پبلیکیشنز ڈویژن، فلم ڈویژن اور آڈیو ویژول پبلسٹی، ان پانچوں شعبوں میں اردو کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔ آل انڈیا ریڈیو سے اُردو میں خبریں نشر ہوتی ہیں، اردو کے پروگرام اور مشاعرے براڈکاسٹ کئے جاتے ہیں، اُردو کے دلچسپ فیچر آکاش وانی کے دلی، لکھنؤ، حیدرآباد اور دوسرے اسٹیشنوں سے برابر نشر کئے جاتے ہیں۔ پریس انفارمیشن بیورو سے حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ اور اہم خبروں کی تلخیص، اور اعلانات اُردو میں مرتب ہو کر ملک کے تمام اُردو اخبارات کو بھیجے جاتے ہیں۔ پبلیکیشنز ڈویژن سے اُردو کا بہترین اور معیاری ماہ نامہ آج کل شایع ہوتا ہے اور ہندوستان کے تمام اُردو داں حلقوں میں کافی مقبول ہے۔ اس کے علاوہ اس شعبے سے اور بھی کئی کتابیں اور کتابچے اُردو میں برابر شایع ہوتے رہتے ہیں۔ آڈیو ویژول پبلسٹی کا شعبہ اُردو میں پوسٹر اور اشتہارات چھاپتا ہے۔ یہ پوسٹر پانچ سالہ منصوبوں، ملک کی ترقیاتی سرگرمیوں، بچت تحریک، لائف انشورنس اور اسی طرح کی دوسری باتوں کے متعلق اُردو داں عوام کو کارآمد معلومات فراہم کرتے ہیں۔

لیکن ہمیں فلمز ڈویژن سے شکایت ہے، ہمیں پردۂ سیمیں پر یہ دیکھ کر خوشی تو ضرور ہوتی ہے کہ ہندوستان کی اور علاقائی زبانوں کی طرح اُردو میں بھی فلمیں بنتی ہیں۔ لیکن یہ محسوس کرکے افسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے اُردو داں عوام کا ایک بہت بڑا حصہ ان فلموں کے دیکھنے سے قاصر ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ فلمز ڈویژن کی تیار کردہ فلمیں علاقائی زبان کی پالیسی کے مطابق، صرف ریاست جموں اور کشمیر کو بھیجی جاتی ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے، تو حکومت کی یہ پالیسی بہت افسوس ناک ہے، کیا ہندوستان میں اُردو فلموں سے فیضیاب ہونے والے، سوائے جموں اور کشمیر کے دوسری جگہ موجود نہیں؟

آج یہ حقیقت کس سے چھپی ہوئی ہے کہ ہندی کے سرٹی فکٹ دے کر جو فلمیں عوام کو دکھائی جارہی ہیں وہ دراصل اُردو فلمیں ہیں۔ بہرحال ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ فلمی صنعت والے کیا کر رہے ہیں۔ ہمیں تو اس وقت اس مسئلے سے بحث ہے کہ حکومت کے شعبے میں تیار ہونے والی اُردو فلمیں، ہندوستان کے اُردو داں عوام کو کیوں نہیں دکھائی جاتی ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے کہ اُردو جاننے والے صرف کشمیر میں ہیں تو کیا "آج کل" صرف جموں اور کشمیر کے لئے نکلتا ہے، اُردو میں نشر ہونے والی خبریں کیا صرف جموں اور کشمیر کے عوام کے لئے ہیں۔

اس وقت ہندوستان میں کلکتہ، بمبئی، حیدرآباد اور اُتر پردیش کے بہت سے بڑے شہروں میں، اور ملک کی مختلف ریاستوں کے دیہاتوں میں اُردو جاننے والوں اور سمجھنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ آج کے دور میں فلم معلومات کا بہت ہی زود اثر اور کارآمد ذریعہ ہے خصوصاً حکومت کی طرف سے تیار ہونے والی معلوماتی اور دستاویزی فلموں سے ملک کی تعمیری سرگرمیوں کی جانکاری تو اور بھی اچھی طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ ان فلموں کی تیاری کا مقصد ہی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ حکومت کی کوششوں کے بارے میں جانیں۔ ملک کی ترقیاتی اسکیموں کے متعلق معلومات حاصل کریں اور ان اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں ہوں۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ اُردو داں عوام ان معلومات سے محروم ہیں، انھیں اُردو میں دستاویزی فلمیں دیکھنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا۔ حکومت کے لاکھوں روپے کے صرفے سے سیکڑوں معلوماتی فلمیں اُردو میں بھی تیار ہوتی ہیں۔ لیکن اُردو زبان اور اُردو داں عوام کی یہ بدقسمتی ہے کہ یہ فلمیں ان تک نہیں پہنچ سکتیں اور کشمیر کے چند سینما گھروں سے لوٹ کر ڈبوں میں پڑی سڑتی رہتی ہیں۔

ہم مرکزی وزیر اطلاعات اور نشریات سے درخواست کریں گے کہ وہ حکومت کی اس صریحی ناقص پالیسی کی طرف توجہ دیں۔ اگر فلم۔ ڈویژن کی اردو فلمیں ہندوستان کے ان علاقوں میں دکھائی جائیں گی جہاں اُردو داں عوام کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ تو اس میں حکومت کا بھی فائدہ ہے اور عوام کا بھی، اُردو داں عوام ملک کی تعمیری فلاح و بہبود میں زیادہ بہتر طور پر حصہ لے سکیں گے کیونکہ وہ حالات کو فلموں کی مدد سے زیادہ اچھی طرح سمجھیں گے۔

(اداریہ روزنامہ آبشار کلکتہ۔ ۱۲ر جولائی ۶۳ء)

انجمن ترقی اُردو بنگال کے مطالبات

بنگال ریاستی انجمن کے ایک وفد نے لسانی اقلیتوں کے اسسٹنٹ کمشنر سے مل کر ریاست کے اُردو داں طبقے کی طرف سے ایک محضر نامہ پیش کیا ہے جس میں اُردو سے متعلق چند دشوار اور پریشان کُن مسئلوں کے حل کرنے کی درخواست کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) سہ لسانی فارمولے میں اُردو کے لئے گنجایش نکالنا۔

(۲) اُردو ذریعہ تعلیم کے اسکولوں اور کالجوں کی تعداد میں اضافہ کرنا، اور موجودہ اسکولوں اور کالجوں میں اُردو بولنے والے طلبہ کے لئے داخلے کی شرائط آسان کرنا بالخصوص جہاں اگر اسکولوں میں اس کے بانی کی خواہش اور وصیت کے مطابق اُردو کے طلبہ کے لئے خصوصی مراعات کا لحاظ رکھنا۔

(۳) کلکتہ اور بنگال کی یونیورسٹیوں کے پری یونیورسٹی اور ڈگری کے امتحانوں میں سوالات کے جوابات اُردو میں بھی لکھنے کی اجازت دینا۔ جیسا کہ بنگالی میں جواب دینے کی سہولت اور اجازت ہے۔

(۴) کلکتہ اور اُس کے اضلاع میں اُردو بولنے والے طلبہ کے لئے مزید پرائمری اسکول کھولنا اور ایسے اسکولوں میں حسب ضرورت مدرسین اور ساز و سامان فراہم کرنا۔

(۵) کلکتہ ریڈیو اسٹیشن سے اُردو کے مخصوص پروگرام کا اجراء کرنا۔ اور آل انڈیا ریڈیو کے اُردو خبروں کے بلیٹن کو نشر کرنا۔

ٹونک کا طرحی مشاعرہ

ٹونک میں گزشتہ چند ہفتوں سے انجمن ترقی اُردو کی سرگرمیاں تیز ہو رہی ہیں۔ سہ لسانی فارمولے کے تحت اُردو زبان کو اس کا حق دلانے کے لئے جو مہم یکم جولائی سے چلائی گئی تھی اُس سے اُردو کے حق میں ایک امید افزا فضا پیدا ہو گئی ہے اسی کے ساتھ ادبی مجلسوں اور مشاعروں کا پروگرام بھی گاہے ماہے انجمن کے زیر نگرانی بنتا رہتا ہے۔ اسی ذیل کی ایک مخصوص ادبی محفل مورخہ ۲۷ جولائی کو طرحی مشاعرے کی صورت میں منعقد ہوئی جس میں مندرجہ ذیل شعرا نے اپنا کلام سُنایا۔

ناظر۔ بیخبر کیفی۔ رضا۔ فاخر اعجازی۔ ولی مجیبی۔ بزمی۔ رمزی۔ نوری فائزی۔ شاہد۔ خالد سحر۔ فضا۔ مسعود مجیبی۔ مفتون۔ راشد۔ عابد کیفی۔ شاد کیفی۔ عزیز اللہ۔ اثیر۔

مشاعرے کی صدارت مولانا منظور الحسن صاحب برکاتی نے فرمائی۔ اور سکریٹری کے فرائض جناب سید محمد اسماعیل صاحب نسیم حیدری نے انجام دئے۔

(نامہ نگار)

کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

آئینۂ سخن فہمی

مصنف۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب

ناشر۔ کتاب نگر۔ دین دیال روڈ۔ لکھنؤ

سائز۔ ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۱۶۰

قیمت۔ دو روپے

آفتاب ہجویر

مصنف۔ پیام شاہ جہاں پوری

ناشر۔ ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار۔ لاہور ۸

سائز۔ ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۱۵۲

قیمت۔ دو روپے

کمیونزم کی پہلی کتاب

مصنف۔ جارج ڈبلیو کروتن

مترجم۔ جلیس عابدی

ناشر۔ نیشنل اکاڈمی ۵/۹ انصاری مارکیٹ۔ دہلی ۶

سائز۔ ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۱۷۶

قیمت۔ ایک روپیہ

تمہاری باتیں

مصنف۔ ع۔ م۔ سوز

ناشر۔ مکتبہ احول۔ ۹ بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ۔ کراچی

سائز۔ ۲۲×۱۸/۸ صفحات ۱۳۶

قیمت۔ تین روپے پچاس پیسے

دیوان درد

مرتب۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

ناشر۔ مکتبہ جامعہ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی

سائز۔ ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۲۲۴

قیمت۔ تین روپے پچاس نئے پیسے

اشعار اکبر (اکبر الہ آبادی کے کلام پر تنقید و تبصرہ مع حالات زندگی)

مرتب۔ سید حسن

ناشر۔ کتاب منزل۔ سبزی باغ۔ پٹنہ ۴

سائز۔ ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۱۹۰

قیمت۔ تین روپے

مالک انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ پبلشر نذیر حسن پرنٹر شمیم الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اُردو سے شائع کیا